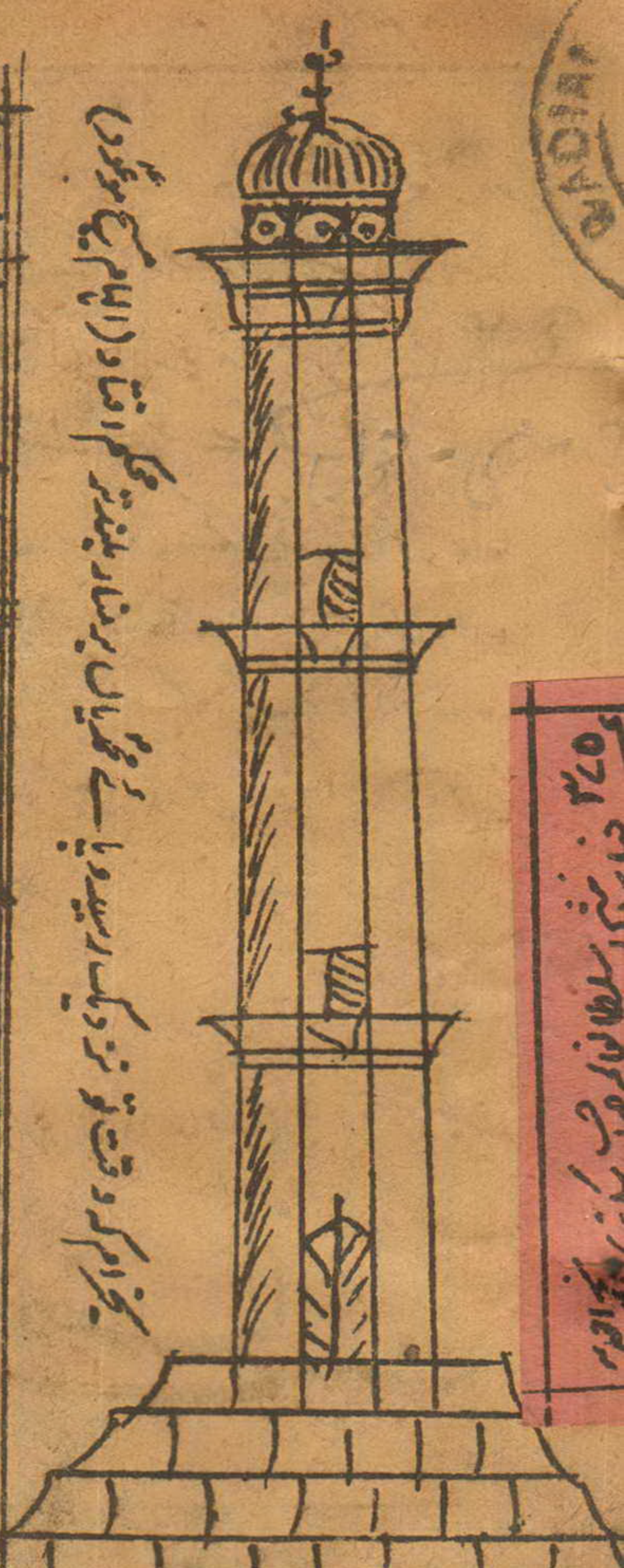




خیر ازم که وقت تو نزد یک رسید و بایه خدیای بر سنار بلندتر حکم افتاد (الهام بیج می خورد)

الحمد لله الذي جعل
العلم نوراً والدين
هدى

جبر و ایل نمبر ۱۸۲۷

عام چند سالانہ پیشگی چاپ روپے (لکھنؤ)

Handwritten text in Arabic script, likely a library or ownership stamp, located in the bottom right corner of the page.

فادو سے پھیلنا شروع ہوتا ہے۔

gotarila

اداکر نے کے دو قلموں میں پیکر چھڑا کا پتھر دود رو بہ کر کے ادا کر سکتے ہیں۔

۱۳۰۲ تا ۱۳۰۴

طریق پند
مربط علی

بهد خلافت تا بهر طایفه علییه محمدیه

جلد (۱۰) مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۲۵ء مطابق ۲۲ محرم ۱۳۴۴ھ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو پر وہ مختصا پر او چہرہ باطل سے و اعتنا ہے

(از مولوی سید صادق حسین صاحب مختار انشاده)

عدد کو تم بٹھاتے ہو جو وہ محفل سے اٹھتا ہے
 جو فتنہ آج اٹھتا ہے تری محفل سے اٹھتا ہے
 جنازہ آج کس کا کوچہ قاتل سے اٹھتا ہے
 جو پردہ آج رہ رہ کر تری محفل سے اٹھتا ہے
 انہیں اب صدمہ جایا نگاہ اس بمل کے اٹھتا ہے
 وہ طوفانِ الم سے ڈر کے کب سا حل ڈاٹھتا ہے
 یہ وہ بارگراں ہے جو کسی کامل سے اٹھتا ہے
 جو پردہ تہا پڑا وہ چہرہ باطل سے اٹھتا ہے
 شہید ناز کا لاشہ تری منزل سے اٹھتا ہے

چھنکا جاتا ہے سینا ایک شعلہ دل سے اٹھتا ہے
 بیا شورِ تیا مت پر تری چالوں سے اے پرفتن
 زبان پر نالہ کو شیون ہے غفلت پر تماشا نشانی
 کچھ منطوق اور پردہ نشین جلوہ نمائی ہے
 کہیں قصہ چکا بھی دے تری کاروار اور قاتل
 ترے بکر کم سے جس کو حاصل جبرِ عہ نوشی ہو
 کہا ہے ناقص نہیں جو صلہ عشق حقیقی کا
 بیخود شید حق جلوہ فردز ملک انگلستان
 سرِ رام آ کے تو یہی دیکھ لے صادق کی میت کو

سلسلہ کی خبریں { ۱ } حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثاني علیہ السلام
(۲) خاندان رسالت اور مہربان خاندان حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ میں
بہمہ نوح خیریت ہے۔ (۳) حضرت نواب صاحب کی اور آپ کی ہمیشہ صاحبہ کی
صحت و سلامتی کیو اسطے اجاب سے درخواست دُعا ہے۔ (۴) حضرت مفتی صاحب قبلہ کے
گھر سے جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ بدستور علیل و کمزور ہیں۔ اجاب خاص طو پر انکی لئے دعا صحت
و زندگی کی بلاناغہ۔ (۵) فرما کہ ثواب حاصل کریں۔ (۵) احمدیہ کالج اور تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان
میں ۸ اگست سے چھ ہفتہ کی موسمی تعطیلات ہو گئی ہیں۔ اور بورڈر اپنے اپنے گھروں کو
چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہو۔ اور بخیریت تمام واپس لائے۔ آمین
(۶) خاکسار ایڈیٹر فاروق جمعیت انجمن ماسٹر عبدالرحیم صاحب نیر جیسا کہ پچھلے پر یہ میں اطلاع
دی گئی تھی۔ ۱۱ اگست کو بحکم ناظر صاحب دعوت و تبلیغ علاقہ سرگودھا کی طرف روانہ ہو گا۔
۱۲۔ ۱۳ اگست چاک ۹۹ شمالی میں احمدیہ جلسہ ہے۔ ہم انکو وہاں سے روانہ ہو کر جھنگ گھمیانہ
جانا ہی چاہا۔ ۱۵۔ ۱۶ کو جلسہ ہو گا۔ اسکے بعد اسی علاقہ بار میں اگر کوئی جلسہ ہو تو وہاں جانا ہو گا اس
سفر میں ہفتہ عشرہ لگیگا۔ اسلئے ۱۱ اگست کا پرپہ نہیں نکل سکتا۔ انشاء اللہ واپس آکر یہ ہر اگست کا ڈیل
پر چہ اجاب کی خدمت میں حاضر ہو گا۔ میری درخواست ہے۔ کہ اس سفر میں خدمت دین اور
تبلیغ مسیح کی توفیق ملی اور فائز المرام بخیریت تمام واپس ہو سکی اجاب دعا فرما کہ ثواب حاصل کریں۔

انتظر

تحقیق واقعات کریلا

مصنف انوریم جناب مولانا خادم حسین رضا خادم احمدی

بھیروی جو سلسلہ احمدیہ کے مشہور اہل علم بزرگ ہیں

اس بے نظیر کتاب میں واقعات کریلا کے متعلق تحقیق کر کے فاضل مصنف نے کمال محنت اور دماغ سوزی سے یہ ثابت کیا ہے کہ واقعہ شہادت کے اصل اسباب و علل کیا تھے اور گورنمنٹ کو ذمہ داروں سے جو تعلق اور دل بستگی عائدان والا نشان اہل بیت حضرت رسول اکرم صلی علیہ وسلم سے رہی ہے۔ اس کو از روئے واقعات واضح کر کے دکھلایا ہے۔ اور مختلف ابواب و مواضع کے ماتحت مختصر اگرچہ مدلل طور پر جملہ واقعات کو تا واپسی اسیران اہل بیت کرام علیہم السلام از ملک شام بمقام مدینہ منورہ و تا انتقام مختار و غیر معتبر کتب شیعہ اور قابل وثوق علماء اثنا عشریہ کی شہادت سے ثابت کیا ہے کہ اس از کتاب عظیم کے ذمہ دار اور بانی مبنائی کو فیان بے وفا تھے۔ جو کہ مذہباً شیعیان آل عیسیٰ میں سے تھے۔

رسالہ کی طرز تحریر اچھوتی اور جدید اور

اسلوب تقریر سلیس و دلپذیر اور قابل دید ہے کتاب میں اہل سنت کی کسی کتاب کا حوالہ تک نہیں دیا گیا صرف انہیں کتب سے استدلال کیا گیا ہے۔ جو اہل تشیع میں مستند اور خود شیعہ مجتہدین کی تصنیف ہیں۔

واقعات بیان کرنے یا ان سے استدلال کرنے میں نہایت میانہ روی سے کام لیا گیا ہے اور جہاں مصنف نے واقعات پر تنقید یا استخراج نتائج کیا ہے۔ وہاں اس امر کا خاص لحاظ رکھا ہے کہ کسی مطالعہ کو نیوالے کے دل کو ٹھیس نہ لگے۔

واقعات کریلا کے متعلق دلچسپی رکھنے والے اور شیعہ سنی اختلاف کے متعلق تحقیقات اور صحیح معلومات کے خواہشمند اصحاب نیز وہ احباب جنہیں شیعہ سنی تنازعات کا حل مطلوب ہو۔ اور خواہشمند ہوں کہ شیعہ دوست جلد سے جلد راہ راست پر آجائیں۔ وہ ضرور اس تصنیف لطیف مفید کا خود بھی مطالعہ کریں اور اپنے حلقہ اثنا عشریہ میں اس کی کافی اشاعت کر کے فاضل مصنف کی قابل قدر محنت کی داد دیں۔

قیمت فی جلد ایک روپیہ۔ محصول ڈاک علاوہ کم از کم پانچ جلد کے خریدار کو محصول ڈاک معاف۔

کتب فروشوں اور زیادہ تعداد میں خرید کر کے مفت تقسیم کرنے والوں کو خاص رعایت جس کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت ہو سکتا ہے۔

کتاب منگوانے کا پتہ یہ ہے سکریٹری صاحبان تبلیغ اس کتاب کو ضرور پڑھیں۔

سید دلاور شاہ منیر احمدیہ یک ڈیوٹیر ۲۷

کوچہ چابک سواراں لاہور

اعلام عدم تکمیل و صایا

میاں نبی بخش لدھیانہ لاہور میں ساکن کوٹلی ننگل متصل ضلع گورداسپورہ اور میاں کریم بخش ولد نبی بخش قوم اراٹھ ساکن ننگل کوٹلی متصل ضلع گورداسپورہ۔

ان ہر دو صاحبان نے مئی ۱۹۱۷ء میں اپنی آمدنی ماہواری کے ۱/۲ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کی۔ اور جائداد متروکہ کے ۱/۲ حصہ کی بھی۔ مگر ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۵ء تک باوجود بار بار ہاکی یاد دہانیوں کے اپنی اپنی وصیتوں پر عمل نہیں کیا۔ بعض حصہ آمداد نہیں کیا۔ اور نہ ہی اپنی وصیتوں کی تکمیل کرائی ہے۔ پس عدم پیروی میں ہر دو وصیتیں داخل دفتر کی جاتی ہیں اور بذریعہ اجار اعلان کیا جاتا ہے۔ فقط

والسلام

(دستخط مولوی محمد سرور شاہ صاحب) آفیسر بستی منقرہ

انتخابیات

دہلی میں وقت سے آگاہ کرنے کے لئے ۱۲ بجے دوپہر اور ۴ بجے رات جو توپ دہتی تھی۔ اس کی بجائے اب بجلی کی سیٹی بجانے کی تجویز منظور ہوئی ہے۔

توپ دہنے پر کمیٹی کو ۷۰۰ روپیہ سالانہ خرچ کرنا پڑتا تھا جس کی سیٹی پر صرف ۱۴ روپیہ ماہوار خرچ ہوگا۔

دہلی میں سرحد در ایک تالاب کھود رہے تھے۔ کہ ان کو اورنگ زیب کے زمانہ کی مہریں اور روپے ملے۔

میں پوری میں گورنمنٹ کی طرف سے پارچہ بانی کا سکول کھل گیا ہے۔ جس میں طلباء کو پارچہ بانی کا کام سکھایا جائیگا۔

سرکاری حلقوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ سر محمد شفیع پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر بننے والے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رُسُوْلِكَ الْکَرِیْمِ

بَیِّنَات

قادیان دارالامان مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۲۵ء

آیات الہیہ

بجواب

شہادات ثنائیہ

(۱)

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے رسالہ "شہادات مرزا" کا ایک جواب باصواب تو خدا کے فضل سے تجلی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل سیکھوانی نے کمالات مرزا اتمام سے مولوی صاحب امرتسری کی میعاد مقررہ چھ ماہ کے اندر طبع کر کے بڑی رجسٹری امرتسری فاضل کو بھیج دیا تھا۔ جس کا انہوں نے آج تک نام بھی نہیں لیا۔ شاید اس لئے کہ ایک ہزار روپیہ انعام مشہور دینا پڑتا تھا۔ آج ہم مولوی صاحب کے رسالہ کا ایک دوسرا جواب مندرجہ بالا عنوان سے دینا چاہتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ شاید پہلا جواب بویہ علمی ہونے کے صاحب موصوف کی سمجھ سے بالاتر ہو۔ تو انکی عقل و سمجھ کے مطابق ہی ایک جواب ہو جائے۔ واللہ التوفیق۔

فاضل امرتسری
مولوی ثناء اللہ صاحب کا بجز نے شہادات کا

سلسلہ شروع کرنے سے پہلے تمہیداً صغیراً پر دعوئے مرزا صاحب کی سرخی دیکر "حماۃ البشریٰ" سے ایک اقتباس نقل کر کے اس سے بعید از قیاس اپنے مطلب کا نتیجہ نکال کر اپنے عقیدہ "حیات مسیح بحمدہ العنصری علی اسماء کی کمزوری کو چھپانے کی بے سود مگر پُر دجل کوشش کی ہے۔ حماۃ البشریٰ کی منقول عبارت سے یہ ثابت کرنا کہ مرزا صاحب نے حیات و وفات مسیح اسرائیلی کی بحث کو فضول قرار دیا ہے یا مولوی صاحب کے نزدیک اس اقتباس محول سے وہ ضرورت ثابت ہوتی ہے۔ جناب والا کی خوش فہمی یا فاضل امرتسری کی فضیلت کا ایک نمونہ ہے۔ اور حیات مسیح کے ثبوت سے امرتسری فاضل کے بجز کا بین ثبوت۔

حماۃ البشریٰ کی محول عبارت کا مطلب عبارت مجرمل میں تو حضرت اقدس

علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے۔ کہ بارہا خدا تعالیٰ کے اہام میں مجھے عیسے کے مخاطب کیا گیا ہے۔ اور مجھے مسیح موعود بتایا گیا تھا۔ مگر میں عوام کے عقیدہ کے مطابق یہی سمجھتا رہا۔ کہ مسیح موعود اسرائیلی مسیح ہی ہے۔ وہ میرا کہ عام طور پر مشہور ہے آسمان پر زندہ موجود ہے۔ وہی آئینہ میں تو صرف اس کا ایک شیل ہوں۔ نہ کہ وہ موعود جس کے آنیکی پیشگوئی احادیث میں موجود ہے۔ نہ یہ کہ مختلف فیہ دعویٰ شیل مسیح ہونیکا ہے۔ اس لئے یہ علماء قوم اور عوام مسلمان اس وقت حضرت صاحب کی مخالفت پر کمر بستہ ہوئے جبکہ آپ نے مسیح موعود ہونیکا دعویٰ کیا۔ کیونکہ عوام و خواص مسلمان کہلائیو لے مسیح موعود عیسیٰ ابن مریم اسرائیلی رسول کو سمجھتے تھے۔ اور عقیدہ رکھتے تھے۔ کہ وہی آسمان پر اس جسم خاکی کے ساتھ چڑھ گیا تھا۔ وہی اس جسم عنصری سے پھر دوبارہ دنیا میں نازل ہوا کہ اصلاح امت کا کام کرے گا۔ پس مطلق شیل مسیح ہونا کوئی بھیانک بات نہ تھی۔ فعل درتش کر نیوالا دعویٰ مسیح بن مریم کو وفات یافتہ بنا کر اس

کی بجائے خود مسیح موعود بن جانا تھا۔ جس کو تیسری صدی کے علماء سور نے کفر و انجاد قرار دیا۔ اس لئے مولوی صاحب کا یہ پُر مکر دجل کہ "امرتسری مرزا اپنے مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت موعودہ کے اثبات سے عاجز ہو کر کبھی وفات عیسیٰ پر بحث کرنے لگ جاتی ہے کبھی وصال اور اس کے گہرے کی بابت ادھر ادھر کی بات شروع کر دیتی ہے جس سے اس مقصد دور ہو جاتا ہے"

اپنی علمی فضیلت کی مٹی خراب کرنا ہی وہ نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف صاف کہوں کہ بیسیوں جگہ یہ تحریر فرمایا جو کہ میں حضرت

ذیر بحث مسئلہ حیات مسیح کی مسیح ابن مریم کو فوت شدہ اور داخل موتے یقین رکھتا ہوں۔ اور جو آئیو لے مسیح کے بارے میں پیشگوئی ہے۔ وہ اپنے حق میں یقینی اور قطعی طور پر اعتقاد رکھتا ہوں۔ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میرے دعوئے کی تائید

کو جو وفات مسیح ابن مریم ہے کامل طور پر تصدیق کرتے ہیں۔ اگر مولوی محمد ذیر حسین صاحب یا مولوی ابو محمد عبد اللہ صاحب مسئلہ وفات مسیح میں مجھے ملحد تصور فرماتے ہیں۔ تو حضرات موصوف پر فرض ہے۔ اس مسئلہ میں میرے ساتھ بحث کر لیں۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر مسیح ابن مریم کی حیات ثابت ہو جائے تو میں اپنے اہام سے دست بردار ہو جاؤں گا۔ پس کچھ ضرور نہیں کہ میرے مسیح موعود ہونے میں الگ بحث کی جائے۔ بلکہ میں علماً اقرار کرتا ہوں کہ اگر میں اسی بحث وفات مسیح میں غلطی پر نکلا۔ تو دوسرا دعوئے (مسیح موعود ہونیکا) خود چھوڑ دوں گا۔

(ایک عاجز مسافر کا اشتہار مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تائید بالا سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضور کا دعویٰ یہ تھا۔ کہ مسیح ابن مریم (جس کو غلطی سے مسلمان زندہ بقید حیات جسم عنصری آسمان پر گیا ہوا مانتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسیح کے آنے کی ایک پیشگوئی فرمائی تھی۔

اور اس مسئلہ پر بھی اس کی صواب رائے ہو جائے گی۔
 آسان سے دنیا میں آئیگا۔ (فوت ہو چکا ہے۔) تو
 جس کی پیشگوئی اسلام میں ہے۔ اس کے
 ماتحت امت محمدیہ میں سے ہی ایک فرد است
 کا آثار مراد ہے۔ اور وہ میں ہوں۔ اس لئے
 ضروری ہوا کہ پہلے اس امر کا فیصلہ علماء و عال
 سے کر لیا جائے۔ کہ آیا وہ اسرائیلی نبی واقعی زندہ
 ہے۔ یا فوت ہو چکا۔ اگر وہ زندہ ہے۔ تو ان
 لیا جائیگا۔ کہ لاریب آئیوا لے موعود سے وہی
 مسیح مراد ہے۔ جو زندہ ہے۔ اس کے زندہ ہونے
 کسی کا مسیح موعود ہونیکا دعویٰ کرنا ہی باطل ہے
 اس کی زندگی کا ثبوت ملے ہی کسی مسیحیت کے مدعی
 کے دعویٰ کی طرف رخ کرنے کی ہی ضرورت
 نہیں چوگی۔ ہذا مقدمہ زیر بحث امر یہی ہے کہ مسیح
 اسرائیلی جیسا کہ عوام کا زعم ہے۔ آسان پر بحکم
 عنصری زندہ ہے۔ یا وفات یافتہ۔ پہلے اس
 کا فیصلہ کر لیا جائے۔

پانچ ایک دوسرے
صرف دعویٰ مسیحیت
میں بحث کرنا انصاف
اور حق جوئی و خلاف
 طلب یہ ہوگا۔ کہ آیا قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے
 ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہی مسیح ابن مریم جس کو انجیل
 ملی تھی۔ آج تک آسان پر زندہ ہے۔ اور آخری زمانہ
 میں آئیگا۔ یا یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ درحقیقت
 فوت ہو چکا ہے۔ اور اس کے نام پر کوئی دوسرا
 اسی امت میں سے آئیگا۔ اگر یہ ثابت ہو جائیگا۔
 کہ وہی مسیح ابن مریم زندہ بحمدہ العنصری آسان پر
 موجود ہے۔ تو یہ عاجز دوسرے دعوے سے
 خود دست بردار ہو جائیگا۔ ورنہ محالیت ثانی (جیکہ
 یہ ثابت ہو جائے کہ وہ صاحب انجیل مسیح فوت ہو چکا
 ہے) بعد اس باقرار کے لکھانے کے کہ درحقیقت
 امت میں سے مسیح ابن مریم کے نام پر کوئی اور

آئیوا ہے۔ یہ عاجز اپنے مسیح موعود ہونے کا
 ثبوت دیگا۔ اور یہ درخواست کہ مسیح موعود ہونیکا
 ثبوت دینا چاہیے۔ (حیات حیات عیسیٰ میں
 گفتگو کی ضرورت نہیں) اور اسی میں بحث ہونی
 چاہیے۔ بالکل محکم اور علاف طریق انصاف
 اور حق جوئی ہے۔ اس صورت میں صاف ظاہر
 ہے۔ کہ سب سے پہلے بحث کے لائق وہی امر
 ہے۔ جس سے یہ ثابت ہو جائے۔ کہ قرآن و
 حدیث اس دعوے کے مخالف ہیں۔ اور وہ امر
 مسیح ابن مریم کی وفات کا مسئلہ ہے۔ کیونکہ ہر
 شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ اگر درحقیقت قرآن کریم
 اور احادیث صحیحہ کی رو سے حضرت مسیح علیہ السلام
 کی حیات ہی ثابت ہوتی ہے۔ تو اس صورت میں
 پھر اگر یہ عاجز مسیح موعود ہونے کے دعویٰ پر ایک
 نشان کیا بلکہ لاکھ نشان بھی دکھا دے۔ وہ نشان
 قبول کرنے کے لائق نہیں ہونگے۔ کیونکہ قرآن ان
 کے مخالف (حیات مسیح کی) شہادت دیتا ہے۔
 ہذا سب سے اول بحث جو ضروری ہے۔ مسیح ابن مریم
 کی وفات یا حیات کی بحث ہے۔ جس کا طے ہو جانا
 ضروری ہے۔

(اشتہار بمقابل مولوی نذیر حسین صاحب سرکردہ
 اہلحدیث مورخہ ۶ اکتوبر ۱۹۲۵ء)
 یہ عبارت کس قدر عام فہم اور کھلی کھلی
 اپنے مدعا کو بیان کر رہی ہے۔ جس سے ایک غبی
 سے غبی انسان بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ واقعی حیات
 و وفات مسیح کا مسئلہ ہی زیر بحث لانا مقدم ہے
 مگر فاضل امرتسری کو کون سمجھائے؟ بایں ہمہ ادعا
 ہمہ دانی ایک عقل و انصاف پر مبنی بات کو نہ سمجھنا
 یا دیدہ و دانستہ اس سے منحرف ہونا ذی شعور
 سلیم الحواس متقی کا تو کام نہیں۔ الا من سفیہ نفسہ۔
 یہیں تک بس نہیں۔
تمام کتابیں جلا دوں گا
کہ حیات مسیح ثابت
دعویٰ سے تو بہ کر دینگا
 ہو جانے پر مسیحیت
 کے دعویٰ پر گفتگو

کی ضرورت نہ ہوگی۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
 نے اعلان کر دیا۔ کہ
 ”میں اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں۔ کہ اگر ایک جلد
 بحث مقرر کر کے میرے دلائل پیش کردہ جو صرف
 قرآن و حدیث کے رد سے بیان کر دیں گے۔ تو
 دیں۔ اور ان سے بہتر دلائل حیات مسیح بن مریم پر
 پیش کریں۔ اور آیات صریحہ اور احادیث مرفوعہ
 کے منطوق سے حضرت مسیح ابن مریم کا بحمدہ العنصری
 زندہ ہونا ثابت کر دیں۔ تو میں آپ کے ہاتھ پر
 توبہ کر دیں گا۔ اور تمام کتابیں جو اس مسئلہ کے متعلق
 تالیف کی ہیں۔ بقدر میرے گھر میں موجود ہیں۔
 سب جلا دوں گا۔ اور بذریعہ اخبارات اپنی توبہ اور
 رجوع کے بارے میں عام اطلاع دیدوں گا۔“
 (درخواست انعامی مورخہ ۷ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

اس صفائی بیان کے ہوتے ہوئے اگر
 کوئی مدعی علم و فہم یہ کہے کہ احمدی جماعت دعویٰ
 مسیحیت میں بحث کرنے کی بجائے حیات و وفات
 مسیح میں گفتگو کرنے لگتی ہے۔ جو بالکل بے ضرورت
 ہے۔ تو ایسے فضیلت مآب کو چہالت مآب نہ کہا
 جائے۔ تو کیا کہا جائے؟

مجھے تو مولوی شاد اللہ
 صاحب کی ہمہ دانی پر حیرت
میری حیرانگی اور
مسیح ابن مریم کے
آسان پر جانیکا عقیدہ
 ہو جاتی ہے۔ جیکہ میں ان
 کی زبان یا قلم سے یہ
 سنا دیکھتا ہوں۔ کہ
 حیات و وفات مسیح کے
 مسئلہ پر احمدیوں سے بحث کرنا حاصل ہے۔ کیونکہ
 اس سے اصل مقصد دور ہو جاتا ہے۔ پس صرف
 دعوے مسیحیت موعودہ ہی مدار بحث ہے۔ کہ
 ایک فضیلت کا مدعی اور ایسی دور اند عقل و بعید
 از علم بات کہے۔ ایک ادنیٰ فہم کا انسان بھی سمجھ سکتا
 ہے۔ کہ اسلام میں جو ایک پیشگوئی تھی۔ کہ آخری زمانہ
 میں ابن مریم تم میں نازل ہوگا۔ اور وہ تمہارا امام
 ہوگا۔ تم میں سے اس پیشگوئی سے یہ سمجھ لینا۔ کہ

ابن مریم تو بنی اسرائیل کا رسول تھا۔ اسی کا عیسیٰ مسیح نام تھا۔ ہونہ ہودی ہی اس پیشگوئی کا مصداق ہوگا۔ محض ایک خیال ہے جو غلط ہے۔ اس طرح کہ یہ خیال عام جب لوگوں کے دل میں بیٹھ گیا۔ تو اس کی پختہ کرنے کی تجویزیں سوچنے لگے۔ کہ اب اسرائیلی مسیح کا پتہ لگانا چاہیے کہ وہ کہاں ہے۔ اور اگر ابن مریم کے آنے کی پیشگوئی تھی۔ تو دوسری طرف نصاریٰ نے عیسائیوں کا بھی یہ خیال تھا کہ مسیح ابن مریم واقعہ صلیب سے بچکر آسمان پر چلا گیا ہے۔ گو مسیح کے زمانہ کے عیسائیوں نے تو یہودیوں کے خوف سے یہ بات بنائی تھی۔ کہ مسیح آسمان پر چلا گیا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ اس قسم کی روایتیں عیسائیوں میں نکلنے لگیں۔ اس قدر شہرت پانگئیں۔ کہ اصلیت کو بالکل ہٹا کر یقینی طور پر عوام و خواص عیسائی یہ ماننے لگ گئے۔ کہ واقعی مسیح آسمان پر چلا گیا ہے۔ اور وہاں زندہ بحیات دنیوی ہے۔ اور جو آخری زمانہ میں آنے کی خبرناجیل میں ہے۔ وہ اس کی اپنی دوبارہ آمد کی ہی خبر ہے۔ آخر مسیح کے زمانہ کے لوگ تو گزر گئے۔ جو حقیقت حال سے واقف تھے۔ اور ان کے بعد آنیوالوں میں یہ امر راسخ ہو گیا۔ کہ مسیح آسمان پر زندہ ہے۔ وہی دوبارہ دنیا میں جلال کے ساتھ آئیکا۔ جیسا کہ بعض اسماعیلیہ فرقہ کے مسلمانوں میں یہ خیال موجود ہے۔ کہ سید احمد صاحب بریلوی زندہ ہیں۔ اور وہ پھر دوبارہ آئیں گے۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آیا۔ اور عیسائی لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ تو مسلمان ہونے کے بعد وہ اپنی قومی روایتیں جو مسیح کے آسمان پر چڑھ جانے اور دوبارہ آنے کی سنتے آئے تھے۔ بیان کرنے لگے۔ مسلمانوں نے اس حسن ظن کی بنا پر کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں۔ اور اسلام کی حمایت میں مسیح کے آسمان پر جانے اور واپس آنے کی کہانیاں سناتے ہیں۔ اسلامی روایت ہی جان کر قبول کر لی۔ اور اس کے قبول کر لینے کا سب سے بڑا سبب یہ بھی تھا۔ کہ خود اسلام میں ہی مسیح کے آنے کی پیشگوئی موجود تھی۔ اب مسلمان

کو اس پیشگوئی کا صحیح مصداق ٹھہرانے کے لئے اسرائیلی روایات کو جو عیسائیوں سے مسلمان ہونے کی حالت میں سنی تھیں۔ اسلامی روایات قرار دے دینا نہایت آسان ہو گیا۔ اور جو جو مسیح کے متعلق تھی کہ وہ کہاں ہے۔ جو دوبارہ دنیا میں آئیکا۔ اس تلاش کو سہارا مل گیا۔ اور تفسیروں والوں نے اپنی عیسائی روایات کو اسلامی روایات جانتکر بل دفعہ اللہ الیہ کے نیچے نقل کرنا شروع کر دیا۔ ان کو اس تحقیق کی ضرورت نہ تھی کہ آیا یہ بروئے قرآن مجید یا احادیث صحیحہ مرفوعہ متعلق صحیح ہے یا نہیں۔ کہ ایک بشر آسمان پر جسم خاکی کے ساتھ چلا جائے اور پھر صدیوں وہاں رہ کر مرد زمانہ کے اثر سے متاثر نہ ہو کہ ان کا کان کا مصداق بن کر جیسا گیا تھا ویسے کا ویسا ہی واپس آجائے۔ سب چھوٹے بڑے خواندہ ناخواندہ بھی مانتے اور کہتے چلے آئے کہ مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ موجود ہے۔ اور جو پیشگوئی مسیح کے آنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ وہی اس کا مصداق ہے۔ اور وہی کسی زمانہ میں دوبارہ آسمان سے آئیکا۔ یہ عقیدہ گو قرآن مجید کی نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ کے صریح منطوق کے خلاف تھا۔ لیکن چونکہ اس کے پیشگوئی مسیح موعود پر تا وقوع پیشگوئی مسلمان صرف اجمالی ایمان لانے کے مکلف تھے۔ اتنا ہی مان لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح ابن مریم کے آنے کی خوشخبری دی ہوئی ہے۔ خاموش رہے اور ضرورت نہ سمجھے۔ کہ اس کے متعلق کوئی مکمل تحقیق کی جائے۔ کیونکہ پیشگوئی پر تو محض ایمان لانا ہی ان پر واجب تھا۔ سو وہ مان گئے۔ اس لئے کہ وہ مواخذہ جو بعد از وقوع پیشگوئی ہوتا تھا۔ قبل از وقوع ناممکن تھا۔ آخر یہ روایت اور یہ خیال کہ آنیوالا موعود وہی مسیح ابن مریم بنی اسرائیلی رسول ہے۔ پکا پکا یا ہمارے اس زمانہ تک پہنچ گیا۔ جس پر امرتسری فاضل نے بھی اطلاع پائی۔ لیکن اب وہ زمانہ تھا۔ جس میں ایک شخص کو خدا نے اس پیشگوئی کا مصداق بنا کر امت

محمیہ میں سے ہی مبعوث کر دیا۔ تو اس نے علی الاطلاق یہ صدا پکار دی۔ کہ سہ انیک منم کہ حسب اشارت آدم عیسیٰ کجاست تا بہ نہدیا بمنسرم موعودم۔ بخلیہ ماثر آدم کجست است گر یہ دیدہ نیند منظرم آنرا کہ حق بخت خلاش مقام داد چوں بر فلات وعدہ بردن از داندام اس ندا حق کے

حزب الشیطان کا خروج سنتے ہی حزقیلہ اور دہلوی ہمارے چیتے لگا۔ کہ

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آپ کل ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو ۳ بجے دن کے جامع مسجد (دہلی) میں آکر اپنے عقائد محمد بن کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ اور جن کی وجہ علما اہل سنت نے کفر و انحراف کے فتوے لکھے ہیں۔ بیان کریں۔ اگر یہ عقائد آپ نے کتاب و سنت سے میرے رو بروئے ثابت کر دیئے تو فائدہ باللہ مجھ کو کسی قسم کا عقد قبول کرنے میں نہ ہوگا۔ تفصیل عقائد قادیانی جو کفر و انحراف ہیں۔

(۱) مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں۔ اب وہ دنیا میں نہ آئیں گے۔

(۲) مسیح موعود جن کے قیامت سے پہلے آنیکی خبر ہے۔ آپ ہیں نہ مسیح ابن مریم۔

(۳) دجال موعود سے مراد دنیا دار یا انگریز ہیں۔

(۴) کسی جاندار کا جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانے کا خیال لغو ہے۔ وغیرہ

(سید تیر حسین دہلوی مورخہ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ) دیکھو اس فرقہ دہلوی میں وفات مسیح کو ہی سب سے پہلا عقیدہ محدثہ اور محمد کا فراد قائم دیکھ قابل بحث لکھا ہے۔ اور یہ اس پرانی تقلید کی جہاں پر محمد نہ بتایا ہے۔ جو مسیح ابن مریم کے زندہ جسم خاکی

آسمان پر براجمان ہو نیک ہے۔ اگر اس کی حیات کا مشرک نہ عقیدہ نہ ہوتا۔ تو وفات مسیح کے دعویٰ کو ملحدانہ اور کافرانہ عقیدہ نہ کہا جاتا۔ اور یہ چونکہ مدعی مسیحیت دنیا میں آگیا تھا۔ اس لئے ضروری ہوا۔ کہ پہلے اس باطل خیال اور غلط عقیدہ حیات مسیح کا فیصلہ کر لیا جاتا۔

یہ پہلی امر ہے کہ دعویٰ مسیحیت کی بنیاد وفات مسیح پر ہے

موعود وہی مسیح ابن مریم ہے۔ اور وہ آسمان پر زندہ بقید حیات بحکم خاکی موجود ہے۔ تو اس عقیدہ فاسد کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے۔ کہ وہ مسیح موعود جس کی پیشگوئی ہے وہ میں ہوں۔ نہ کہ بنی اسرائیل مسیح تو عقل و انصاف کا مقتضی یہی ہے۔ کہ اول اسی مسئلہ حیات مسیح پر بحث کر کے ثابت کر دیا جائے۔ کہ وہ وفات پا چکا ہے۔ اس لئے وہ نہیں آ سکتا۔ کیونکہ مسیح موعود کے دعویٰ کی بنیاد ہی وفات مسیح ابن مریم پر ہے۔ جب تک اس بنا کو نہ بختہ کیا جائے۔ اور جب تک یہ اسانی خالی نہ کر لی جائے۔ اس وقت تک مسیح موعود کے دعویٰ پر بحث بالکل فضول ہے۔ کیونکہ اگر مدعی مسیحیت ہزار دلائل بھی بیان کرے۔ کہ مسیح موعود اسی امت میں سے آئیگا۔ تو آخر میں صرف اتنا کہہ دینے پر کہ۔ اسلامی کتابوں اور قرآن و حدیث و تفاسیر میں تو مسیح اسرائیلی کا زندہ آسمان پر جانا اور پھر آخری زمانہ میں دنیا میں واپس آنا درج ہے۔ اور یہ ہی عقیدہ مودم کے ذہن نشین ہو چکا ہے۔ جب تک اس عقیدہ کا بطلان واضح نہ ہو جائے۔ کوئی شخص اس عقیدہ حیات مسیح کے ہوتے ہوئے مسیح موعود کے دعویٰ کو قبول کرنے کے لئے طیار نہیں ہوگا۔ اور سب کری کرانی برباد جائیگی۔ لہذا بنیائیت ضروری ہے کہ سب سے پہلے یہ بحث ہو کہ (۱) مسیح فوت ہو چکا ہو یا زندہ ہے۔ (۲) اور جو فوت ہو جائے۔ تو کیا وہ

دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں نہیں آیا کرتا۔ جب یہ امر بیا یہ ثبوت پہنچ جائیگا۔ کہ واقعی بروئے قرآن و حدیث مسیح ابن مریم کا فوت شدہ ہونا ثابت ہے۔ اور نیز یہ کہ جو مر جاتا ہے۔ وہ بروئے قرآن و حدیث دوبارہ زندہ کر کے دنیا میں نہیں بھیجا جاتا۔ تب لازمی طور پر یہ مانتا پڑے گا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کا مصداق کوئی دوسرا فرد ہے۔ جو اسی امت میں سے دنیا میں ہی پیدا ہو کر مبعوث کیا جائیگا۔ اس کے بعد دعویٰ مسیحیت پر گفتگو مفید اور کارآمد ہو سکتی ہے۔ اور یہی طبعی ترتیب بحث ہی ہے۔ کہ پہلے حیات و وفات کا فیصلہ ہو جائے۔ تب دعویٰ مسیحیت پیش کیا جائے۔ کیونکہ اسامی خالی ہونے پر ہی کوئی دوسرا مقرر ہو سکتا ہے۔ نہ کہ ایسی اسامی کا کوئی دعویٰ کر سکتا ہے۔ جو کہ وہی خالی ہی نہیں ہے۔

مولوی شفاء اللہ صاحب سے استفسار

سوالات ذیل کا صاف جواب دیجئے

کہ وہ سچے ہیں یا ہم؟ یعنی احمدی اس امر کے بیان کرنے میں ملامتی پر ہیں کہ پہلے (۱) حیات مسیح اور (۲) صعود مسیح الی السماء اور (۳) عدم رجوع موعود فی الدنیا کا فیصلہ ہو جائے۔ تب دعویٰ مسیحیت زیر بحث لانا چاہیئے۔ یا مولوی شفاء اللہ صاحب اس عامیانہ خیال کے اظہار میں صادق ہیں۔ کہ مندرجہ بالا ہر مسئلہ کے فیصلہ سے قبل ہی دعویٰ مسیحیت پر بحث ہونی چاہیئے؟ اور وہ سوالات یہ ہیں۔

(الف) کیا قرآن کی صریح حکامات اور احادیث مرفوعہ کی تصریحات سے عیسے علیہ السلام کا اسی جسم خاکی بشری کے ساتھ آسمان پر جانا ثابت ہوتا ہے؟ اور آپ کا یہ یقینی عقیدہ اور ایمان ہے یا نہیں؟

(ب) کیا قرآن شریف کی بیانات اور احادیث

صحیحہ کے منطوقات سے حقیقتاً یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہی اسرائیلی رسول عیسے ابن مریم بحیات دنیاوی اس وقت تک زندہ ہے۔ اور آخری زمانہ میں وہی اسی جسم بشری خاکی کے ساتھ دوبارہ دنیا میں آکر اصلاح کریگا؟

(ج) جب کہ قرآن مجید اور احادیث شریفہ سے مسیح ابن مریم کا صعود الی السماء اور رجوع الی الدنیا اور بحیات بشری خاکی الان زندہ آسمان پر ہونا اور بروئے پیشگوئی خیر صادق اسی کا امت محمدیہ اور دنیا کی اصلاح کے لئے آنا ثابت و متحقق ہے۔ تو ایسی صورت میں کسی مدعی کے دعویٰ مسیحیت پر گفتگو کرنا مقدم ہے۔ یا اس کے اس بنا و دعویٰ پر جو کہ وہ کہتا ہے۔ کہ مسیح اسرائیلی فوت ہو چکا ہے۔ اور فوت شدہ دنیا میں دوبارہ نہیں آیا کرتے۔ اور جس آیتوں سے مسیح کی پیشگوئی ہے۔ اس سے مراد امت محمدیہ کے ایک فرد کا اسی نام سے آنا ہے۔ اور وہ مسیح موعود مصداق پیشگوئی میں ہوں؟

(د) پھر جبکہ ایسا مدعی مسیحیت یہ ہی کہتا ہو کہ اگر بروئے قرآن و حدیث مسیح اسرائیلی کا جسم خاکی آگیا پر جانا اور وہاں زندہ موعود ہونا ثابت ہو جائے۔ تو میرے دعویٰ مسیحیت میں الگ طور پر بحث کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ میں خود ہی حیات مسیح کے ثابت ہونے پر اپنے دعویٰ مسیحیت سے دست بردار ہو کر نائب ہو جاؤں گا۔ تو ایسے اقراء کے بعد یہ ضروری ہے۔ کہ حیات مسیح کا مسئلہ زیر بحث لا کر باسانی اس کے سب دعویٰ باطل کر دیئے جاویں۔ یا یہ کہ پہلے اس کے دعویٰ مسیحیت پر بحث ہو پھر حیات و وفات مسیح پر؟

(ه) جب کہ آپ کا عقیدہ از روئے قرآن و حدیث صعود اور حیات مسیح کا ہے۔ جس کے لئے قرآن مجید کی کھلی کھلی آیات صریحہ اور خیر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ کیونکہ عقائد کی بنیاد یقینیات پر ہوتی ہے۔ نہ کہ ظنیات پر۔ تو پھر آپ کے لئے یہ آسانی ہے کہ آپ حیات و صعود و نزول مسیح کو ثابت کر کے مدعی

نواقض الوضو کی فلاسفی

(از ڈاکٹر چودھری محمد شاہ نواز خان صاحب ایسٹسٹ برنہلم)

— — —

اس سے قبل ہم وضو کی فلاسفی میں ایک مضمون لکھ چکے ہیں۔ اب اس مضمون میں انشاء اللہ ہم نواقض الوضو یعنی وہ حالتیں جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور نماز کے لئے از سر نو وضو کرنا لازمی ہے۔ کی فلاسفی بتائیں گے۔ مثلاً فقہ کی کتب میں ہم پڑھتے ہیں کہ اگر ریح خارج ہو۔ یا کوئی شخص حاجت سے فارغ ہو۔ تو اسکا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ان کے متعلق طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ان حالتوں میں صرف طہارت کون کیوں کافی نہیں۔ اور کیا وجہ ہے۔ کہ تازہ وضو کر لیا جائے۔ جبکہ ہمارا جسم میلا نہیں ہوتا۔ چونکہ وضو کی اول غرض جسمانی صفائی ہے۔ مگر ان حالتوں میں طہارت کر لینے کے بعد کوئی میل وغیرہ نہیں رہتی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہاتھ پاؤں اور منہ سب کو دھویا جائے۔

یہ اعتراض ہے جو مخالفین خروج ریح پر اسلام ہم یہ کہتے ہیں۔ بلکہ بعض شوخ طبع آئیہ ادیبوں کا اعتراض تو ہنسی کیا کرتے ہیں۔ اور کہا کرتے ہیں۔ کہ دیکھو مسلمانوں کی کیسی عقل ماری گئی۔ کہ جب ریح خارج ہوتی ہے۔ تو اس کے خروج کے مقام کو دھوتے نہیں۔ اور اٹھنا منہ ہاتھ دھونا شروع کر دیتے ہیں۔ اہل قرآن یہی ریح خارج ہونے سے وضو دوبارہ کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔

نواقض الوضو کی فلاسفی کو پس ہمارا فرض ہے جانتے کے فوائد حکمتوں پر غور کریں اور مخالفین کو طبی اور سائنٹیفک دلائل سے بتائیں۔

تذکرہ سی راہ ہے۔ آپ کی یا مدعی مسیحیت کی؟ (۵) براہ مہربانی یہ بھی بتائیں کہ اگر پردے قرآن و احادیث و عقل و نقل یہ ثابت ہو جائے۔ کہ فی الحقیقت مسیح ابن مریم اسرائیلی رسول نہ آسمان پر گیا ہے۔ نہ زمین پر موجود ہے۔ بلکہ مثل دیگر انبیاء کے وہ فوت ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہو جائے۔ کہ جو فوت ہو جاتا ہے۔ وہ دوبارہ زندہ کر کے دنیا میں نہیں بھیجا جاتا۔ ان سب مراحل کے بادل الصبح و دلائل عقلیہ و نقلیہ بحق مدعی مسیحیت فیصلہ ہو جانے پر۔ ابن مریم والی پیشگوئی۔ مندرجہ احادیث صحیحہ سے پھر کون سا ابن مریم آپ مراد لینگے اور کس کے حق میں اس پیشگوئی کو سمجھیں گے؟ جناب مولوی فاضل صاحب! گو یہ تفسیرات انکشاف حقیقت کے لئے کبریت احمر کا حکم رکھتے ہیں۔ مگر چونکہ آپ کے طرز زندانہ اور آپ کی پالیسی مولویانہ کے شکاک ہیں۔ اسلئے مجھے ان کے متقیانہ اور مومنانہ جواب کی امید تو دس فی صدی سے بھی کم ہے کیونکہ یہ آپ کا دیرینہ خدمت گزار جناب کا پورا مزاج دان اور مزشتناس ہے۔ کہ جہاں حق ثابت کرنے کے لئے کوئی راہ آپ کے سامنے پیش کی گئی آپ نے دوبارہ مکار کی طرح فوراً اس سے بچنے کا کوئی نہ کوئی راہ قرار کمال ہی لیا۔ لیکن ساری دنیا اندھی نہیں وہ آپ کے جواب نہ دینے پر جناب کی فضیلت اور ہمہ دانی اور تقویٰ و طہارت و دیانت و ایمان داری کو خوب سمجھ لینگے۔ اور میں اپنے دیرینہ تجربہ کی بنا پر یہ بتا دیتا ہوں۔ کہ آپ نے ان صداقت رس استفسارات کے جواب میں اپنی پردہ پوشی کرنی ہے۔ جو خدا کو منظور نہیں اور وہ باطل کے پردے بھاڑ کر رہے گا۔

جناب کو یاد ہوگا کہ حلقہ کے متعلق آپ سے چند اور بطریق سوال بذریعہ فاروق دریافت کئے تھے۔ آپ نے متعلق انکا جواب نہ دیا۔ پہلا کہ میں نے دنل پرچوں میں دنل دفعہ ان سوالوں کو جناب کے سامنے پیش کیا کہ اللہ انکا جواب دیکر دیدیا۔ اب دیکھئے آپ کیا کرتی مکروری کا دنل دفعہ ہی پورا ثبوت جواب دیکر دیدیا۔ اب دیکھئے آپ کیا کرتی

مسیحیت کے دعویٰ کو باطل کر کے اس سے دعویٰ سے دست برداری حاصل کریں۔ یا مدعی مسیحیت کے لئے اس میں آسانی ہے۔ کہ وہ پہلے حیات مسیح اور صعود مسیح کے دلائل کی تردید کرے۔ پھر وفات مسیح کا ثبوت دے۔ اس کے بعد عدم رجوع موصتے فی الدنیا ثابت کرے۔ اس کے بعد اپنے دعویٰ مسیحیت کا ثبوت مسکت خصم پیش کرے۔ یہ بظاہر تو ہر ایک ہی سمجھتا ہے۔ کہ آپ کے صرف ایک حیات و صعود مسیح ثابت کرنے پر ہی جبکہ بغیر کسی مزید تردید و تکذیب کے دعویٰ مسیحیت خود بخود باقرار مدعی باطل ہو جائیگا۔ اور اس طرح آپ کا ایک ہی حربہ سے سب کام نکل جاتا ہے۔ تو آپ ہی کے لئے آسانی ہے۔ مگر مدعی مسیحیت کو پانچ مرحلے طے کرنے پڑینگے (۱) آپ کی حیات کی تردید (۲) آپ کے صعود کی تردید۔ پھر اس پر ہی اس کی کارروائی ختم نہیں ہو جائے گی۔ بلکہ باوجود حیات نہ ثابت ہونے کے اس کو وفات مسیح کا ثبوت دینا پڑے گا۔ اس کے بعد یہ ثابت کرنا ہوگا۔ کہ جو حقیقی طور پر فوت ہو جاتا ہے۔ وہ دوبارہ نہ زندہ کر کے دنیا میں نہیں بھیجا جاتا یہ سب طے کر چکے ہیں بھی اسکا دعویٰ مسیحیت اس طرح ثابت نہ سمجھا جائیگا۔ جس طرح حیات مسیح ثابت ہونے پر بلا گفتگو اسکا دعویٰ مسیحیت باطل ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس کو پھر اپنے دعویٰ مسیحیت کا جدا گانہ مدعیانہ ثبوت دینا پڑے گا۔

سو اس طرح اس کے لئے تو بہت کام ہو اور اس پر بڑا بوجھ ہے۔ جس کو پانچ مرحلے طے کرنے ہیں۔ اور آپ پر صرف ایک ہی بار ہے کہ آپ حیات مسیح ثابت کرتے ہی جو کہ آپ کا قرآنی عقیدہ ہے۔ بالکل سبکدوش ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے دعویٰ مسیحیت کو ہی باطل کر دیتے ہیں۔ گویا ایک گولی سے دو شکار کر نیوالا آسانی میں ہے۔ اور جس کو پانچ گولیوں سے پانچ قتل کرنے ہوں۔ اس کا کام زیادہ اور وہ مشکل میں ہے۔ لہذا آپ فرمائیں کہ اقرب الی العقل اوائل

کہ ان حالتوں میں وضو کیوں ضروری ہے۔ اس سے ہم نہ صرف مخالفین کو ان باتوں کا قائل کر سکیں بلکہ ہمارے اپنے بعض نئی روشنی کے دلدادہ مسلمان طلبہ اور دیوانوں کو بھی فائدہ ہوگا۔ اور ان کے شکوک رفع ہو جائیں گے۔ کیوں کہ آجکل ہر بات کے متعلق دلیل مانگنا اور کیوں کا سوال کرنا ایک عام بات ہو گئی ہے۔ اس لئے میں دیوانوں سے خاص طور پر درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس مضمون کو تو یہ سے پڑھیں اور اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ تاکہ ان کا ایمان زیادہ قوی ہو جائے۔

قبل اس کے کہ ہم توضیح وضو کے فوائد کے متعلق دلائل دیں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مختصر وضو کے فوائد اور اس کی ضرورت کو پھر دہرا دیا جائے۔ تاکہ اس مضمون کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ وضو کی اغراض یہ ہیں۔

(۱) جسمانی صفائی سے باطنی صفائی حاصل کرنا۔ پسینہ اور جلدی رطوبتوں کا دور کرنا۔
(۲) اعصابی ضعف۔ کسل سستی اور غفلت کا دور کرنا۔

(۳) دماغ اور اعصاب کو طاقت اور فرحت پہنچانا۔ غافل کو ہوشیار کرنا۔
(۴) قلب میں نشاط کی حالت کا پیدا کرنا۔ اور خون کو اطراف کی طرف لانا۔

(۵) نماز میں توبہ کو قائم کرنا اور حیالات کی زد کو بند کرنا۔

اب ہم علیحدہ علیحدہ ان حالتوں کی فلاسفی بیان کرتے ہیں جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

ریح خارج ہو نیسے وضو کیوں ٹوٹ جاتا ہے
ریح زیادہ اعتراض اسی مسئلہ پر کیا جاتا ہے کیونکہ ہم بجائے اس کے کہ ریح کے خروج کے مقام

کو صاف کریں۔ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اور منہ ہاتھ دھونے لگ جاتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس حالت میں بظاہر جسم میلانا نہیں ہو جاتا۔ اس لئے اعتراض بیڑتا معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ سب قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔ اگر وضو کی باریک حکمتوں کا ان لوگوں کو علم ہوتا۔ تو ہرگز اعتراض کرنے کی جرأت نہ کرتے۔ کیونکہ ریح کا تعلق بعض اندرونی اعضا سے ہے۔ جن تک ان ظاہرین معترضین کی نظر نہیں پہنچتی۔ اس لئے ہنسی اور مذاق اڑاتے ہیں۔

واضح ہو کہ جسم میں سے ریح کیا ہے ریح اس وقت خارج ہوتی ہے جب انتڑیوں میں تعفن شروع ہو جائے۔ اور فضلات بوجہ ایک لمبا عرصہ معاً مستقیم میں پڑا رہنے کے سڑنا شروع کر دیں۔ جب یہ تعفن ہوا ایک خاصی مقدار میں جمع ہو کر انتڑیوں پر دباؤ ڈالتی ہے۔ تو خارج ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ تعفن مادہ کچھ تو گیس کی شکل میں ہوتا ہے۔ اور کچھ پانی کی شکل میں جس میں غذا کے مختلف سمیات گھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور یہ بڑی آنتوں کے رستہ خون میں حل جاتے ہیں۔ اور جو ہوا یعنی متعفن گیس کی صورت میں ہوں۔ وہ باہر نکل جاتے ہیں۔ یہ سمیات جو خون میں جذب ہو جاتے ہیں۔ یہ ہی بگو کی طرف جاتے ہیں۔ اور وہاں سے دل کی طرف یہ مادے سخت مضر ہوتے ہیں۔ اور جگر کی بھی میں جلائے جاتے ہیں۔ مگر چونکہ

انتڑیوں کے زہر سے نقصان
جانتے ہیں۔ بعض ان میں سے پھیپھڑوں میں بھی جلائے جاتے ہیں۔

معلوم رہے۔ کہ یہ گندے مادے جگر اور دل کے لطیف اعصاب کو ضعف پہنچاتے ہیں۔ جن سے جسم میں سستی اور تساہل پیدا ہو جاتا ہے اور طبیعت میں غفلت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی اس ضعف کو محسوس کرتا ہے۔

چنانچہ اس اعصابی ضعف اس حالت میں
دماغی کسل اور جسمانی سستی کا دور کرنے کے وضو کی ضرورت
جس سے دماغ کو فرحت محسوس ہوتی ہے۔ قلب میں نشاط کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور نماز کی طرف توجہ قائم ہوتی ہے۔

خروج ریح اسی حالت میں زیادہ ہوتا ہے جب وقت پر دفع حاجت نہ کی جائے۔ چنانچہ دائمی قبض کے مریضوں کے ضعف اور سستی کی وجہ یہی ہوتی ہے۔ کہ انتڑیوں کا زہر جذب ہو ہو کر آہستہ آہستہ خون میں ملتا رہتا ہے۔ جو اعصاب کو صدمہ پہنچاتا ہے۔ طبیعت آرم طلب ہو جاتی ہے۔ اور لیٹ رہنے کو جی چاہتا ہے۔

اسی ریح کے ریح کا بند ہو جانا خطرناک
نتیجہ پیدا کر سکتا ہے، ایسی سخت پھول جاتا ہے۔ درد شروع ہو جاتا ہے۔ اور طبیعت بے چین ہو جاتی ہے۔ غرضیکہ یہ ریح سخت ہی خطرناک چیز ہے۔ اور اس کا رک جانا بعض دفعہ ہلاکت کا موجب ہوا ہے۔ چنانچہ انتڑیوں کی سوزش وغیرہ میں بعض دفعہ پیٹ گیس سے اتنا بھول جاتا ہے۔ کہ سانس لینا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور ڈائے فرام پر زیادہ دباؤ پڑ کر بعض دفعہ فعل تنفس بالکل بند ہو جاتا ہے۔ جس سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ ریح کا بند ہونا غذا اور فضلات کے انتڑیوں میں سڑنے کی علامت ہے جس سے

زہر جسم میں سرایت کرتا ہے۔ چنانچہ اس زہر کے اثر کو ناکمل کرنے اور اعصابی ضعف کو دور کرنے کے لئے وضو کرنا لازمی ہے۔

بولیہ رازہ کے خلیج ہونے سے وضو

کیوں لازم آتا ہے۔

وضو ہو کہ رفع حاجت کا فعل کوئی معمولی جہانی حرکت نہیں کہ اس کا اثر جسم جنذاں محسوس نہ کرے۔ بلکہ یہ ایک ایسا فعل ہے جس کے سرانجام دینے کے لئے کئی عضلات اور اعصاب کو کام کرنا پڑتا ہے۔ اور قوت ارادی کا اس میں بہت دخل ہے۔ بلکہ ایک خاص اعصابی مرکز پیٹھ کے حرام مغز میں اس فعل کے لئے رکھا گیا ہے۔ جس کے اشارہ سے سب اعصاب اور عضلات پھلتے اور سکڑتے ہیں۔ اور اعضاء مستقیم کی حرکات عمل میں آکر فضلات خارج ہوتے ہیں۔

اسی طرح پیشاب کا مشانہ میں سے نکلنا بھی معمولی کام نہیں۔ بلکہ اس کے لئے بھی پیٹھ میں ایک خاص اعصابی مرکز ہے۔ جس کے حکم سے مشانہ سکڑتا ہے۔ اور اس کی گردن کا پیٹھا

حاشہ

اب رہا یا اعتراض کہ رفع خارج ہونے سے مقام اجابت کو کیوں صاف نہیں کیا جاتا۔ یہ ایک لغو اعتراض ہے اس لئے کہ ریح تو ایک گیس ہے۔ اور کوئی لٹم یا ٹھوس چیز نہیں کہ جبکو پانی وغیرہ صاف کیا جائے۔ وہ تو ایک زہریلی گیس ہے جو خود بخود اڑ کر ہوا میں مل جاتی ہے۔ اور مقام اجابت یا کپڑے پر کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔

نرم ہو کر پیشاب جاری ہو جاتا ہے۔

رفع حاجت میں پیٹ کے عضلات کا کام کہ پیٹ کے عضلات کا یہی بہت دخل ہے۔ چنانچہ انہیں کے دباؤ سے فضلات انتریلوں سے اور پیشاب مشانہ سے خارج ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ فعل تنفس کے اعصاب اور عضلات سے بھی مدد ملی جاتی ہے۔ چنانچہ لمبا سانس لیکر پیٹھ پر دھکے دیا جاتا ہے۔ پھر کہ یہی پوری طرح پیٹ کے عضلات کام کر سکتے ہیں۔ اور دباؤ ڈال سکتے ہیں۔

رفع حاجت کا حکم اس طرح زور لگانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چہرہ سرخ ہو جاتا ہے آنکھوں اور دماغ پر اثر میں خون اتر آتا ہے اور سر میں خون کا اجتماع ہو جاتا ہے۔ ٹانگیں بھی ضعف محسوس کرتی ہیں۔ جو کہ اعصابی طاقت کے خرچ ہو نیکال لازمی نتیجہ ہے۔

اس کا ثبوت دائمی قبض کے مریضوں کی حالت میں اس بیان پر شاید کسی کو شک گذرے اور یہ خیال پیدا ہو کہ

میانہ سے کام لیا گیا ہے۔ مگر یہ حقیقت ہے۔ اور تجربہ اور مشاہدہ اس پر گواہ ہے۔ گو بعض قوی لوگ جن کی قوت ارادی مضبوط ہو اور جن کو قبض کی شکایت نہ ہوتی ہو۔ اس ضعف کو چنداں محسوس نہ کریں۔ مگر وہ لوگ جو کمزور ہوتے ہیں۔ اور جن کو قوت ارادی کی کمزوری کی وجہ سے رفع حاجت کے لئے زیادہ وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔ یا مثلاً جن کو دائمی قبض کی وجہ سے بہت زور لگانا پڑتا ہے۔ ان سے اس اعصابی ضعف اور تنکان کے متعلق دریافت کریں۔ یقیناً ایسے لوگ بہت کمزوری محسوس کرتے ہیں۔ بلکہ بعض لوگوں کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ جو دائمی طاقت کے خرچ ہو جانے

کا بین ثبوت ہے۔

اس کے علاوہ جب اعضا مخصوص پر اس کا اثر انسان پیشاب کر رہا ہو۔ تو خون اعضاء مخصوصہ کی طرف زیادہ آ جاتا ہے۔ یہ کچھ تو قہر کے اسطورت مبذول ہو جانے اور کچھ مختلف عضلات اور اعصاب کی حرکت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ کیونکہ پیشاب اور مخصوص تعلقات کے سرانجام دینے کے لئے بہت سے اعصاب اور عضلات مشترک ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عضو مخصوص میں قدرے خود کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جب پیشاب کا آخری قطرہ نکالنے کے لئے ایک خاص پیٹھ کو جو اٹھیل کے درمیان میں رکھا گیا ہے۔ زور دیا جاتا ہے تو اس وقت شفق خاص طور پر خون سے پھول جاتا ہے۔

پھر جب طہارت کرتے وقت عضو مخصوص کو دھویا اور ہاتھ سے ملا جاتا ہے۔ تو انسان کی توجہ مخصوص تعلقات کی طرف مبذول ہو جاتی ہے۔ کیونکہ عضو کو ملنے سے اس میں خون جمع ہو کر قدرے انتشار کی حالت قائم ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ رفع حاجت کے وقت عموماً

انتریلوں میں حرکت پیدا ہو کر ریح چلتی شروع ہو جاتی ہے۔ اور باہر بھی نکلتی ہے۔ اس حرکت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ فضلات اور سمیات جو جلدی سے گیس کی صورت اختیار کر کے باہر نہیں نکل سکتے۔ وہ خون میں جذب ہو جاتے ہیں۔ جس سے جگر کے اعصاب کو جیسا کہ ریح کے ذکر میں بتایا جا چکا ہے۔ ضعف پہنچتا ہے۔ نیز بول و برازہ کے خروج میں جسم کی حرارت خارج ہوتی ہے۔ جس کا واپس لانا بھی ضروری ہے۔

مذہب بالا امور رفع حاجت بعد وضو کی روشنی میں اب ہم دیکھتے کی ضرورت اور اس کے فوائد ہیں کہ وضو

رفع حاجت کے بعد کیوں ضروری ہے۔ اور اس سے ہم کو فائدہ پہنچتا ہے۔

(۱) رفع حاجت کے بعد چونکہ جسم کو کمزوری اور اعصاب کو ضعف محسوس ہوتا ہے۔ اس لئے وضو کرنا ضروری ہے۔ جس سے یہ کمزوری اور ضعف دور ہو جاتا ہے۔

(۲) پیشاب کے بعد چونکہ اعضائے مخصوصہ میں خون زیادہ بھرا ہو جاتا ہے۔ اس لئے وضو کرنا لازمی ہے۔ اس لئے کہ خون کا دورہ اطراف کی طرف زیادہ ہو جائے۔ اور عضو مخصوص میں خون کا جوش کم ہو جائے۔ اس کے علاوہ وضو سے جماع کے خیالات کی روک تھام بھی ہوتی ہے۔ اور ناز کی طرف توجہ قائم ہو جائے گی۔ اسی طرح طہارت کے وقت جو اجتماع خون مخصوص عضو میں ہوگا۔ اور جو خیالات پیدا ہوں گے۔ ان کے روکنے کے لئے بھی وضو لازمی ہے۔

(۳) انتڑیوں کے زہر کے جذب ہونے سے جو اعصابی ضعف جگر اور قلب کو ہوگا۔ اس کے دور کرنے کے لئے بھی وضو مفید ہے۔

(۴) جسم کی حرارت جو ان فضلات کے نکلنے سے زائل ہوتی ہے۔ اس کو پھر پیدا کرنے میں وضو بہت حد تک مدد ہوتا ہے۔

(۵) قبض کی حالت میں رفع حاجت کے وقت دماغ میں خون کا اجتماع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ رفع حاجت کے لئے زیادہ زور لگانا پڑتا ہے۔ اس لئے وضو سے خون کا جوش سر میں کم ہو جاتا ہے۔ اور دماغ فرحت اور تروتازگی محسوس کرتا ہے۔

(۶) رفع حاجت اور طہارت کے وقت چونکہ ملائکہ الگ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے مومن مسلمان افسردہ خاطر ہو جاتا ہے۔ لیکن جب جسم پاک و صاف ہو جائے اور وضو کر لیا جائے تو ملائکہ پھر واپس آ جاتے ہیں۔ جس سے قلب

میں نشاط کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۷) رفع حاجت اور طہارت کی وقت چونکہ خلوت کے کئی قسم کے خیالات انسان کے دل میں آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ چونکہ ایسے خیالات اگر نماز میں آتے رہیں۔ تو ناز کو فاسد کر دیتے ہیں۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ ہاتھ پاؤں اور چہرہ پر پانی ڈال کر ان خیالات کی روک تھام کیا جائے۔ تاکہ سکون کی حالت پیدا ہو۔ اور ناز میں توجہ قائم ہو جائے۔

(۸) وضو سے اعصاب کو طاقت ملتی ہے۔ چونکہ بول و دیراز کے اخراج میں بہت سے اعصاب عضلات اور نازک پٹے کام کرتے ہیں۔ اس لئے ان کی طاقت (Tone) کو دوبارہ قائم کرنے اور انکو سکیر کر اپنی پہلی حالت پر لانے کے لئے وضو ضروری ہے۔

نیند کی حالت میں جسم نیند کے بعد وضو آرام کرتا ہے۔ اعضا ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ عضلات نرم پڑ جاتے ہیں۔ اعصاب سست ہو جاتے۔ دماغ غافل ہو جاتا ہے۔ روح آرام کرتی ہے۔ دل بھی آہستہ چلتا ہے۔ سانس کی حرکت فی منٹ کم ہو جاتی ہے۔ معدہ کام کم کرتا ہے۔ انتڑیوں کی حرکت سست ہو جاتی ہے۔ گردے اپنا فعل کم کر دیتے ہیں۔ اور پیشاب کم پیدا ہوتا ہے۔ غرضیکہ جسم کا ہر ایک حصہ اور ہر ایک عضو سست اور ڈھیلہ ہو جاتا ہے۔ اور آرام کرتا ہے۔ خواہ اس شخص بھی کام چھوڑ دیتے ہیں۔

نماز میں چونکہ چست جسم اور وضو جسم میں چستی پیدا کرتا ہے۔ چست روح کے ساتھ حاضر ہونا پڑتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ آرام طلبی کی حالت اور سستی کو دور کیا جائے وضو سے انسان ہوشیار ہو جاتا ہے۔ سستی اور

غفلت دور ہو جاتی ہے۔ نیند اڑ جاتی ہے۔ اعضا اپنا کام چستی سے شروع کر دیتے ہیں۔ اعصاب اور دماغ کی طاقت ملتی ہے۔ اور ناز کی طرف توجہ قائم ہو جاتی ہے۔

وضو ہر مذی اس مذی نکلنے سے وضو وقت نکلتی ہے جب عضو مخصوص میں نعوذ کی حالت پیدا ہو چکی ہو۔ مگر خون کا اجتماع اس حد تک نہ پہنچا ہو۔ کہ انزال ہو جائے۔ مذی پہلے اس لئے نکلتی ہے۔ کہ اچیل کو نرم کر دے۔ جس سے انزال منی میں آسانی ہوتی ہے۔ دور سر فائدہ اس کا یہ ہے۔ کہ اگر انزال میں کسی دیر سے دیر ہو تو پہلے مذی نکل آتی ہے۔ اس لئے کہ اچیل کو نرم کر کے خون کی زیادہ حرارت سے اس کی نازک جھلی کو نقصان سے بچائے۔ مذی کے اخراج میں بھی اعصابی طاقت خرچ ہوتی ہے۔ مگر اتنی نہیں۔ جتنی کہ انزال میں۔ اس واسطے اس میں غسل لازم نہیں۔ صرف وضو کرنا کافی ہے۔ تاکہ کھوئی ہوئی اعصابی طاقت واپس آ جائے۔ اس کے علاوہ خون کا اجتماع جو عضو مخصوص میں ہوتا ہے۔ وضو کرنے سے اس کا جوش کم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ خون کا اکثر حصہ اطراف کی طرف آ جاتا ہے۔ اگر وضو نہ کیا جائے۔ تو ہو سکتا ہے۔ کہ خون کا جوش پڑھتا جائے۔ اور انزال کی فوجت آ جائے۔ مگر انسان کو پتہ بھی نہ لگے۔

وضو شہوانی خیالات کی روک تھام کرتا ہے۔ اس کے علاوہ وضو شہوانی خیالات کی ایک روچل رہی ہوتی ہے۔ اور یہی خیالات اس کے اخراج کا باعث ہوتے ہیں۔ ان خیالات کی روک تھام کرنے کے لئے وضو لازم آتا ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ امر ہے۔ کہ اگر ہاتھ۔ منہ اور پاؤں پر پانی ڈالا جائے۔ تو خیالات کی روک تھام ہو جاتی ہے۔ پھر جب طہارت کی جائے۔ تو عضو کو ہاتھ سے

کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔
(ا) میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ہو اسکے پہ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

(ب) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جاوے گی۔

(ج) میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے جسے زیورات قیمتی حصہ روپیہ۔

العبد
انگوٹھا اللہ جوائی ۱۶-۲۵

گواہ شاہ
مرزا محمد حسین سکریٹری جماعت احمدیہ ترگٹھی۔

گواہ شاہ
احمد الدین بقلم خود۔

وصیت نمبر ۲۲۵۳

میں عالم بی بی زہرا منشی نیاز محمد قوم بٹ کشمیری ساکن گوجرانوالہ تحصیل ضلع گوجرانوالہ کی ہوں۔ جو کہ بقائم ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ہو اس کے پہ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جاوے گی۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔

زیورات طلائی و نقری قیمتی پانصد روپیہ۔ نقد

یکصد روپیہ۔ فقط اسر جنوری ۱۹۲۵ء

العبد
عالم بی بی زہرا منشی نیاز محمد احمدی بقلم خود۔

گواہ شاہ
نیاز محمد انسپکٹر پولیس کراچی بقلم خود خاندانہ موصیہ

گواہ شاہ
حافظ بشیر احمد پسر موصیہ

وصیت نمبر ۲۲۵۵

میں بیگم بی بی بیوہ منشی میراں بخش قوم بٹ کشمیری ساکن گوجرانوالہ تحصیل ضلع گوجرانوالہ کی ہوں۔ جو کہ بقائم ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ہو اس کے پہ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جاوے گی۔

میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔
ڈنڈیاں طلائی دو عدد قیمتی حصہ ناما طلائی حصہ نقد یکصد روپیہ۔ فقط اسر جنوری ۱۹۲۵ء

العبد
بیگم بی بی بیوہ منشی میراں بخش مرحوم

گواہ شاہ
حافظ بشیر احمد بقلم خود

گواہ شاہ
نیاز محمد انسپکٹر پولیس کراچی

وصیت نمبر ۲۲۵۶

میں حسین بی بی زہرا منشی علی گوہر ساکن ریم ۷ آباد تحصیل بٹالہ ضلع گوجرانوالہ کی ہوں۔ جو کہ بقائم ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد سو وقت حسب ذیل ہے۔ حق ہر حصہ زیورات طلائی نقری حصہ۔ میرے مرنے کے بعد اس جائداد کے سوا کوئی اور جائداد حاصل کر سکوں۔ یا ثابت ہو جاوے۔ تو اس کل جائداد کے پہ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میں اپنی زندگی میں اگر کوئی رقم خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جاوے گی۔

ابنہا میں وصیت کرتی ہوں۔ منظور زمانی جاوے۔ ۲۸-۹-۲۸

العبد
انگوٹھا حسین بی بی

گواہ شاہ
علی گوہر خاندانہ موصیہ

گواہ شاہ
فتح علی پسر شیخ علی گوہر بقلم خود

اللہم انت الشافی
جو ہر سفای زندگی

یہ خشک سفوف ہے۔ جس کا تجربہ دل تک کیا گیا ہے۔

پُرانا بخارہ کھانسی۔ خشک یا تر بلغم خون آتا ہو۔ سل کے کیرٹوں کو فنا کرتا ہے۔ تپ دق کو جس سے حکیم و ڈاکٹر بھی عاجز ہوں۔ مرد و عورت سب کو یکساں مفید قیمت نہایت کم جو سو روپے کو بھی مفت۔ فی تولہ عطر علاوہ محصورہ ایک جو ایک ماہ کے لئے کافی ہے۔

حیکموں کو بھی اسکا مطب میں رکھنا ضروری ہے۔ پرچہ ترکیب استعمال ہمراہ ہوتا ہے۔

المش
تھنا

ایس عزیز الرحمن۔ قادر بخش انجمن قادیان

(فاروقی پریس قادیان میں باہتمام قائم علی پرنٹر و پبلشر و پراپرٹری سے شائع ہوا)